معارِفِ اِسلامی Ma'ārif-e-Islāmī

eISSN: 2664-0171, pISSN: 1992-8556
Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi
Vol.24 Issue: 02 (July – December 2025)
Date of Publication: 26-December 2025
HEC Category, **Y**: (2024-2025)
https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi

Article	ریاست میں سماجی حقوق کا تحفظ: سیرتِ نبی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ *Protection of Social Rights in the State: An Analytical Study in the Light of Sirah*
Authors & Affiliations	**DR. Noor Hayat Khan** Associate Professor Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Islamabad nhayat@numl.edu.pk **Sara Noor** PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Malakand, KPK, Pakistan. *saranoorhayat@gmail.com*
Dates	***Received*** 23-09-2025 ***Accepted*** 12-10-2025 ***Published*** 26-12-2025
Citation	
Copyright Information	ریاست میں سماجی حقوق کا تحفظ: سیرتِ نبی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ 2025@ by Dr Noor Hayat Khan & Sara Noor is licensed under Attribution-Share Alike 4.0 International
Publisher Information	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla Religion Database (Atla RDB)	Scientific Indexing Services (SIS)

ریاست میں سماجی حقوق کا تحفظ: سیرتِ نبی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Protection of Social Rights in the State: An Analytical Study in the Light of Sirah

ABSTRACT

This paper explores a three-dimensional study of social welfare and cohesion: the legal protection of social rights, the awareness and recognition of social responsibilities, and the significance of social ethics. The legal aspect emphasizes the role of constitutional and legislative frameworks in safeguarding fundamental rights such as education, healthcare, employment, and justice. These laws serve as mechanisms to ensure equity and justice within society. The second dimension highlights the importance of individuals' and institutions' awareness of their responsibilities toward others. A socially responsible attitude enhances solidarity, mutual support, and collective growth. Finally, the ethical perspective underscores the role of moral values—such as honesty, tolerance, and justice—in nurturing a just and harmonious society. Together, these dimensions form the foundation of a stable and humane social structure where rights are protected, duties are understood, and ethical conduct is promoted.
Keywords: social welfare, Islam, Politics, Islamic State, Seerah,

تعلیماتِ نبوی (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کے سماجی پہلو کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدنی معاشرے کا ہر فرد سماجی زندگی کے تقاضوں، لوازمات اور اس کی تعمیر و تعلیم کے حوالے سے اس قدر حساس اور باخبر تھا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی ان تعلیمات کی اشاعت اور سماجی حقوق کی حفاظت کے لیے وقف کر دی تھی۔ ان کاوشوں کے نتیجہ میں ہر فرد شعور کے حد تک اس قدر حساس واقع ہوا تھا کہ انہوں نے ان سماجی حقوق کی تفہیم، تعلیم اور تحفظ میں کسی قسم کی کوتاہی اور عذر کو جگہ نہیں دی۔

مگر شعور اور آگہی کے اس عالمی قریہ (Global Village) میں مسلم ۵۷ اور ترقی یافتہ کثیر غیر مسلم ریاستوں کی موجودگی میں سماجی حقوق کی کسمپرسی، انسانی حقوق کی ذمہ داریوں، اس کی اہمیت سے بے توجہی، سماجی آدابِ زندگی سے بے خبری، سماج اور سماجیات کی بے ضابطہ گی، غربت، جہالت اور ناانصافی جیسے اہم مسائل قیادت کے لیے بھی غیر اہم ہو گئے

ہیں۔اس زبوں حالی میں اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیماتِ نبوی کی حساسیت، اہمیت، واقعیت، عملیت اور عالمیت کو سامنے لاجائے۔

سماجی حقوق کی تحفظ کا مسئلہ اس دور میں اس قدر اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ اس کے پیشِ نظر UNO کی بین الاقوامی قیادت 17SDGs (Sustainable Development Goals) میں انسانی سماجیات، ان کے حقوق اور تحفظ کی تعلیم، تفہیم اور تربیت میں بہتری کی طرف بار بار توجہ دلا رہے ہیں، جو ایک طرف اس لحاظ سے نہایت خوش آئند بات ہے کہ عالمی (Globally) انسانی سماجی تفہیم، تعلیم اور اہمیت کا سطح (Level) بلند ہوتا نظر آتا ہے، لیکن دوسری طرف تما دنیا کے قیادت کے لیے شرم ساری کا مقام بھی ہے کہ انہیں انسانی ترقی کے ان اہداف [1] کے عملیت کی طرف زبردستی لایا جارہا ہے، تاہم اس وقت پوی دنیا اس مقولے کے مصداق بنی ہوئی ہے کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔

اس تناظر میں مقالہ کے اندر اس بات کی اہمیت پر زود دیا گیا ہے کہ یہ اہداف نہ صرف سیرت طیبہ سے ہم آہنگ ہیں بلکہ رحمتِ انسانیت ﷺ نے اپنی قیادت اور رعایا کو ان معاشرتی اقدار، آداب اور اس کی اہمیت سے اس قدر بہرور فرمایا تھا، کہ جو ان کے یقین اور عقیدہ کا ایک جزء لاینفک بن کر رہ گیا تھا، جن کی ادائیگی کو وہ اپنا فرض سمجھتے تھے، جبکہ دنیا کی قیادت اس کی اہمیت سے غافل ہی نہیں، لاپرواہ بھی ہیں۔دنیا کی قیادت اگر ان سماجی آداب اور حقوق کے تحفظ پر عملاً کاربن ہو جائیں، تو ترقی یافتہ معاشرے بہت خوبصورت بن جائیں گے اور ترقی پذیر ممالک اس کی تعلیم اور اہتمام سے تیز رفتاری سے ترقی کر سکتے ہیں، بلکہ ان کی Social security کی حالت بہت بہتر ہو سکتی ہے۔

یہ مقالہ ان سماجی حقوق کے تحفظ، احساس اور سماجی اخلاق و آداب کی تعلیم، تفہیم، اہداف اور اہم نتائج وسفارشات پر مشتمل ہے۔

سماج سے مراد زندگی کا ایسا اجتماعی نظام ہے، جس میں فرد کو رہنے سہنے اور اپنی ترقی و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کو سماج یا معاشرہ بھی کہا جاتا ہے۔لہذا جہاں افراد ایک جگہ جمع ہوں، وہیں سماج بن جاتا ہے [2]۔ بنیادی ضروریاتِ زندگی کے لیے باہم ارتباط اور اختلاط سماجیات کی بنیاد ہے۔عالمی قریہ کے حالات سے عیاں ہے کہ اس قدر ترقی کے باوجود دنیا کی ریاستیں ایک دوسرے کی محتاج ہیں۔ان احتیاجات کی تکمیل کے لیے انسانوں کے آپس میں روابط کی ناگزیریت سماجیات کی بنیادی عوامل ہیں، تاہم سماجی حقوق کے قانونی تحفظ، آداب کی تعلیم اور اہمیت میں قیادت کا کردار اہمیت کا حامل ہے۔

قیادت کے بروقت عملی اقدامات، راہنمائی سے سماجی اخلاق کی تعلیم و تفہیم میں استحکام آسکتا ہے، لیکن نااہلی کی صورت میں سماجی بگاڑ اور بالآخر تباہی کی تمام تر ذمہ داری سب سے پہلے انہی پر عائد ہوگی۔اس مقالے کے اندر سماجی حقوق کے تحفظ کا شہ جہاتی [3] جائزہ سیرتِ نبوی کے تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

سماجی حقوق کے تحفظ کا قانونی پہلو اور سیرتِ طیبہ

سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی میں امن و سلامتی اور ہر فرد کو عدل و انصاف فراہم کرنا ریاستی قیادت کی اہم ذمہ داری ہے، تاہم قانون کی عملداری کے بغیر سماج کی اس ضرورت کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات کی اہمیت کا اندازہ باری تعالی کے

اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[4]

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔

سیرتِ نبوی کی رو سے سماجی حقوق کے تحفظ کو محض وعظ و نصیحت اور نفاذِ قانون پر نہیں چھوڑا جاسکتا، بلکہ اس کے ساتھ عدل و احسان بھی ضروری ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾[5] بے شک اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

یہ وہ درست راستہ[6] ہے کہ جس کی نشاندہی اللہ تعالی نے فرمائی ہے کہ سماجی حقوق کے تحفظ کو ریاستی قانون کا حصہ بنا کر عملی اقدامات کے ذریعے اس کو یقینی بنایا جائے، جس میں کسی قسم کی بے اعتدالی اور جھول نہ رہنے دیا جائے، کیوں کہ صرف اس روش ہی کے ساتھ کائنات کا نظام درست قائم رہ سکتا ہے۔ اس لیے اہل ایمان کو اس روش پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے ، خواہ مدِ مقابل جانی اور خونی دشمن یا دوست و رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ارشادِ باری تعالی ہے: اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ عدل چھوڑ دو[7]۔

گزری ہوئی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ وہ سماجی حقوق کی تحفظ میں قانون کے نفاذ میں تفریق روا رکھتی تھیں[8]۔ امت کو تباہی سے بچانے کے لیے قیادت کو آپ ﷺ کی سیرت[9] پر چلنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، کیوں کہ سماجی حقوق کا تحفظ اور مجرمانہ کاروائیاں کم کرنا تب ممکن ہے ،جب مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے نفاذِ (حدود و تعزیرات کا) قانون عملاً متحرک ہو۔ اس قانون کے نفاذ کے اہمیت پر کچھ عربی عبارات درج ذیل ہیں:

« القَتْلُ أَوْقَى لِلْقَتَلِ» ويروى « قَتْلُ البَعْضِ أَحْيَا الجَمِيع»، ويروى « أَكْثِرُوا القَتْلَ ليقلَّ القَتْلُ »[10]

بے شک عرب کے یہ اقوال بلیغ کلام میں شمار ہوتے ہیں، جو چند مجرموں اور شر پسندوں کو تلف کرنا باقی سماج کے امن و سلامتی کا ذریعہ سمجھتے ہیں، لیکن اس سے بھی زیادہ فصیح و بلیغ اور مختصر کلام ، کلامِ الٰہی میں موجود ہے، جس کی رو سے مجرموں کا قتل باقی معاشرے کے لیے زندگی قرار دی گئی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[11]

عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے، اس کے باعث تم (قتلِ ناحق سے) رکوگے۔

آیت میں بلاغت کی حد کر دی گئی ہے، جو کئی وجوہ سے عربی کہاوتوں سے بلاغت میں فائق تر ہے[12] جو قتل کے ساتھ دیگر جراحات {زخموں} کے قصاص کو بھی شامل کرتا ہے، جس کا ذکر دیگر قرآنی آیات[13] میں موجود ہے۔ پرامن ماحول کو خراب کرنے والے جرموں کے لیے سیرتِ طیبہ میں معافی کی کوئی گنجائش نہیں۔ مجرمانہ کاروائیاں کرنے والوں کے لیے باری تعالیٰ نے کڑی سزائیں مقرر کی ہیں:

بے شک سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد مچانے کی (یہ ہے (کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا کاٹ دیے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف (سمتوں) سے یا وہ نکال دیے جائیں زمین (ملک) سے یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے[14]۔

مفسرین نے آیت کے سببِ نزول میں ذکر کیا ہے کہ قبیلۂ عرینہ کے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹوں کو ہنکا کر مرتد ہو گئے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام کے راہنمائی کے مطابق ان پر زمین تنگ کر دینے کی بددعا کی گئی، بالآخر ان کو گرفتار کر لیا گیا اور ہدایت کے مطابق جس نے مال چھینا اور قتل کیا ہو، اس کو صلیب دی جائے اور جس نے صرف قتل کیا ہو، اس کو صرف قتل کیا جائے اور جس نے صرف مال لیا ہو، قتل نہ کیا ہو، اس کا ہاتھ اور الٹا پاؤں کاٹا جائے [15]۔

سیرتِ طیبہ میں سماجی حقوق کا تحفظ دین و مذہب سے بالاتر رکھ کر اس میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی گئی۔ مفسرین کے مطابق مدینہ میں ایک منافق **طعمة بن أبيرق** نے **قتادة بن النعمان** کے گھر سے چوری کی، تاہم مسروقہ مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا۔ چوری برآمدگی اور ثبوت کا تقاضا تھا کہ یہود کو سزا دی جائے، لیکن اس پر آیت نازل ہوئی[16] کہ یہودی بے شک دشمن ہے، لیکن مجرم نہیں۔ یہودی سزا سے بچ گیا اور عدل و انصاف کا بول بالا یوں ہوا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کسی ظالم کے طرف دار نہیں ہو سکتے، ارشاد ہوا: یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم

کو شناسا فرمایا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو[17]۔

اسی بنیاد پر اسلام کی عام ہدایت یہی ہے کہ کسی کی دشمنی میں عدل و انصاف کو بالائے طاق نہ رکھا جائے، بلکہ حقدار کو اس کا حق دیا جائے، دشمن ہی کیوں نہ ہو، خدائے کائنات کا حکم ہے کہ عدلِ الٰہی کے ذریعے سماجی حقوق کی حفاظت کو ترجیح دی جائے۔ دوستی دشمنی کو اس میں نہ پالی جائے، ارشاد ہوا:

اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ[18]

تم لوگ اللہ کے لئے کھڑے ہو، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ "دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرو"۔

عدل وانصاف سے متعلق سورۃ النساء اور المائدہ کی آیات میں دو چیزوں کی طرف واضح ہدایات دی گئی ہیں: ایک یہ کہ خواہ معاملہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے عدل وانصاف کے حکم پر قائم رہو۔ نہ کسی تعلق کی رعایت سے اس میں کمزوری آنی چاہیے اور نہ کسی دشمنی وعداوت سے[19]۔ دوسری ہدایت ان دونوں آیتوں میں اس کی بھی ہے کہ سچی شہادت اور حق بات کے بیان کرنے سے پہلو تہی نہ کی جائے۔ تاکہ فیصلہ کرنے والوں کو حق اور صحیح فیصلہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئے[20]۔

خدا نے پیغمبروں اور ان کے وارثین کو انسانی حقوق کی ادائیگی اور سماجی حقوق کی حفاظت میں کسی کی طرفداری سے باز رہنے کا حکم دیا ہے، تاکہ الٰہی احکام کا منشاء پورا ہو، ورنہ ہوائے نفس کا شکار ہو کر انسان ترقی کے بجائے اسفل السافلین میں جا گرے گا[21]، جیسا کہ آج دنیا ظاہری ترقی کے باوجود اخلاقی پستی میں اس قدر گری ہوئی ہے کہ دنیا کے ہر کونے میں ظلم اور ناانصافی عام ہے۔ خصوصا مسلمانوں کے دینی و سماجی حقوق حد درجہ پامال کر کے رکھ دیے گئے ہیں۔ مفسرین نے اس ظلم وجور اور ناانصافی کے دو اسباب ذکر کیے ہیں: اپنے نفس یا اپنے دوستوں، عزیزوں کی طرف داری، دوسرے کسی شخص کی دشمنی وعداوت۔، جیسا کہ اوپر گزر گیا۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

”دنیا میں جتنی بدامنی پائی جاتی ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ جب تک انسان اپنے سے بالاتر کسی اقتدار کو تسلیم نہ کرے اور جب تک اسے یقین نہ ہو کہ مجھ سے اوپر کوئی ایسا ہے، جس کو مجھے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور جس کے ہاتھ میں اتنی طاقت ہے کہ مجھے سزا دے سکتا ہے، اس وقت یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ظلم کا دروازہ بند ہو اور صحیح امن قائم ہو سکے“[22]۔

سیرتِ نبوی میں انسانی حقوق کے تحفظ کو اس قدر قانونی سپورٹ فراہم کی گئی ہے، جس کا تصور دنیا کے کسی بھی مذہب کے تعلیمات میں ممکن نہیں ہے۔ ایسی تعلیمات کا دوسرے مذاہب میں پایا جانا خواب وخیال ہو سکتا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ کشمیر، روہنگیا-برما- اور اہلِ غزہ-فلسطین کے معاملہ نے انسانی حقوق کے تحفظ کا دعوی کرنے والوں ممالک کو دنیا میں بری طرح رسوا کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ دعوی تو حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی کر سکتے تھے کہ جن سے حقوق کی جواب طلب کی جا سکتی تھی، خواہ خلیفہ وقت[23] ہو یا کوئی عام سرکاری افسر[24]، کیوں کہ ان حقوق کی حفاظت اور جواب دہی

وہ اپنے عقیدے کا لازمی حصہ سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے انسانی سماجی حقوق کے تحفظ کا جو الٰہی چارٹر پیغمبرِ خدا ﷺ کے ذریعے دنیا کو دیا گیا ہے، اس کو ویسے ہی نافذ کرنا مسلمانوں کے لیے لازمی حکم ہے، اس سے سرتابی نہیں کی جا سکتی ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾[25]

اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم کسی معاملے میں موجود ہو تو مسلمانوں کے لیے کوئی اور راستہ کھلا نہیں رہتا، باری تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہو جائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہو گی [26]۔

سماجی امن و سلامتی اور حقوق کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ایک معتمد علیہ قانون ہو، جو سماج کے لیے قابلِ اتباع ہو اور مرجعِ خلائق بھی ہو، تاکہ محض آخرت ہی کی نہیں، انسانوں کو دنیا کی زندگی سے بھی متمتع ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہو، ایسا قانون خدا اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کون دے سکتا ہے؟ ارشاد ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [27]۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔

یہ محض ناصحانہ تعلیمات پر مبنی دین ہی نہیں، بلکہ قیامت کے دن کے ساتھ دنیا میں بھی باز پرس پر مبنی ہے [28]۔ مالک الملک یوم الحساب کے دن دنیا میں حرام خوری اور حقوق پامالیوں، غصب، خیانت، دھوکہ دہی، ناحق ظلم جیسے دیگر تمام تر سماجی حقوق میں زیادتیوں کا ازالہ فرمائیں گے اور ان کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، جیسا کہ ایک حدیث میں ان تفصیلات کی طرف واضح راہنمائی دی گئی ہے۔ اس کے مطابق اگر کسی نے کوئی اونٹ چوری کیا ہو، یا گھوڑا، کوئی بکری ہو یا کوئی اور چیز، سب کا حساب لینا اور دینا پڑے گا۔ پیغمبرِ خدا ﷺ بھی ان مجرمین کی کوئی مدد نہیں کر پائیں گے [29] خواہ کوئی رشتہ دار ہو، دوست ہو یا کوئی پرایا، اس قانون کی پاسداری کی جائے گی، جو دنیا میں انسانوں کو اس کے مطابق چلنے کا حکم دیتا ہے، جس کے نفاذ سے انسانی و سماجی حقوق کا تحفظ یقینی ہو جاتا ہے۔

اس قانون سازی کا بنیادی مقصد اخلاقی اقدار کی حفاظت کرنا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے حدود و قصاص کا نفاذ لازمی ہے، جو فرد اور معاشرے کو قتل اور چوری جیسے جرائم اور دوسروں کی عزتیں پامال کرنے والے زنا اور قذف جیسے گناہوں کے ارتکاب اور شراب اور دیگر منشیات استعمال کرنے سے روکتا ہے، جو اس کی عقل کو سلب کر لیتی ہے [30]۔

اس قانون کی پاسداری کے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرہ مدینہ کے اندر وجود میں آیا، جس کے افراد کا باہمی محبت اور اخوت و بھائی چارے کا ایک خوبصورت نقشہ ایک حدیث میں یوں کھینچا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى [31]۔

مومنوں کو ان کی آپس میں محبت والفت اور ایک دوسرے سے کا خیال رکھنے کے حوالے سے آپ ان کو یوں پائیں گے جیسے ایک جسم ہو، جس کا ایک عضو اگر بیمار پڑ جائے، تو آپ یوں دیکھیں گے کہ پورا جسم بخار اور رت جگے میں مبتلا ہے۔

سماجی حقوق کے تحفظ کی ذمہ داریوں کے احساس اور ادراک کا پہلو

زمین پر انسان خلیفہ قرار دیا گیا ہے۔ استخلاف فی الارض کے تقاضوں کا احساس اور ادراک حضرتِ انسان کا خاصہ ہے ۔اس لیے اسے وہ تمام صلاحیتیں دی گئی ہیں، جن کی بنیاد پر ان سے احساسِ ذمہ داری کا مطالبہ کیا جائے، امام اسمعی کے مطابق، انسان کو عاقل اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے وہ حیوانات سے ممتاز ہے۔ عقل ہی اسے ہلاکت میں ڈالنے سے روکتی ہے[32]۔ قرآن مجید میں اسے قلب[33] سلیم اور فطرۃ سلیمہ کہا گیا ہے، جو غور و فکر اور تفکر و تدبر کے لائق ہے، جو کائنات کے اندر انسانی تہذیب کے ارتقاء اور تعمیر و ترقی کے وسائل سے استفادہ کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تفکر اور تدبر کے اس ملکہ کو قرآن مجید میں تعقل اور حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے، جو بہت بڑی دولت ہے:

﴿ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾[34]

اور جس کو دانائی ملی بیشک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

امورِ دنیا اور آخرت کا انتظام و انصرام[35] عقل و حکمت سے وابستہ ہے، جس کی مدد سے کائنات کے سربستہ رازوں،

علوم و

معارف، Resources کی بازیافت اور ان کے اصولوں کی کھوج لگانا اس کے تقاضے ہیں اور جب اس کی حقیقتیں انسان پر کھلتی ہیں، تو وہ پکار اٹھتا ہے:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[36]

اے ہمارے ربّ! تونے یہ سب کچھ بے مقصد تو پیدا نہیں کیا ہے، تو پاک ہے (اس سے کہ کوئی عبث کام کرے)

پس تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا!۔

عقل وہ روحانی اور نورانی حس ہے، جن کی مدد سے محسوس چیزوں کے ساتھ غیر محسوس چیزوں کا ادراک بھی حاصل

ہوتا

ہے[37]۔ اس حس کو قرآن مجید نے لُبّ سے تعبیر کرتا ہے[38] اور عقل مند کو لبیب کہا جاتا ہے، جس سے مراد وہ شخص یا فرد ہے، جو اپنے ذمے لگے ہوئے کام سے چمٹے رہنے والا ہو، جو کبھی اپنے کام میں سستی نہیں دکھاتا[39]۔ دانش کی ان حسوں سے کام لینے والوں کی قرآن مجید میں بڑی پذیرائی بیان ہوئی ہے، لیکن جو لوگ ان سے کام نہیں لیتے، ان صلاحتوں سے محروم کر دیے جاتے ہیں:

﴿ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾[40]

جس نے اپنی خواہش نفس کو اپناخدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب اور کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ تم کوئی سبق کیوں نہیں لیتے۔

یہ ایک امر طبعی (NaturalProcess) ہے، کہ جو لوگ راہِ حق اور سچائی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، حق شناسی سے محروم ہو جاتے ہیں، لیکن عقل سے کام لینے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالی کی تائید ونصرت حاصل ہوتی ہے اور بصیرت سے نواز[41] دیتے ہیں، امام ابو سعود {زَادَتْهُمْ إِيمَانًا } کے تفسیر میں فرماتے ہیں:

بزيادة العلمِ اليقينيِ الحاصلِ من التدبر فيها والوقوفِ على ما فيها من الحقائق وانضمامِ إيمانِهم بما فيها بإيمانهم السابق[42] ۔

تدبر کے نتیجے میں حقائق تک رسائی ہوتی ہے اور علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے، جس سے سابقہ ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جن نعمتوں سے اللہ تعالی نے انسان کو نوازا ہے، ان میں سب سے بہترین نعمت عقل ہے، جس کی بنیاد پر انسان کو دیگر مخلوقات پر برتری حاصل ہے۔ اس کے استعمال اور علم کی بدولت انسان ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ گیا ہے۔ انہی صلاحیتوں کی بنیاد پر ان سے غور وفکر[43] کا مطالبہ کیا گیا ہے، جن کے نتیجے میں پختہ عقائد ونظریات بن جاتے ہیں۔ تاہم عقل کو بے کار کر دینے والوں کو اللہ تعالی نے بہرے گونگے جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے[44] کیوں کہ عقل ودل کا اندھاپن انسان کے حق میں بدترین نقصان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «شَرُّ الْعَمىٰ عَمىٰ الْقَلْبْ »[45]

آحکامات الٰہی، مظاہرِ قدرت اورآیات باہرات سے آنکھیں بند کرنے والوں کی یہی سزا ہے کہ ان کو آخرت کی نعمتوں سے

اندھا رکھا جائے[46]۔ جس نے دنیا میں خدا کی آیتوں اور راہِ ہدایت سے چشم پوشی کی، آخرت میں دنیا سے زیادہ بدتر حال میں ہو گا،

کیونکہ اللہ تعالی نے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں سے مشرف فرمایا تھا، لیکن اس نے ذوی العقول ہونے کا ثبوت نہیں دیا[47]۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"جس نے اس دنیا میں حق کے نور کو نہ دیکھا، آفتابِ ہدایت طلوع ہوا اور انھوں نے اپنی آنکھوں پر تعصب اور ہٹ دھرمی کی پٹی باندھ لی، انھیں جب محشر کے میدان لا کھڑا کیا جائے گا تو ان کے دل کی آنکھیں تو پہلے ہی نورِ بصیرت سے محروم تھیں، اب بطورِ سزا ان کی ظاہری آنکھیں بھی اندھی کر دی جائیں گی اور انھیں کچھ سجھائی نہ دے گا"[48]۔

سیرتِ نبوی کی روشنی میں انہی احساسات کے بنیاد پر معاشرے کا ہر فرد ذمہ دار قرار دیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[49]

آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔

ہر فردِ بشر خلیفہ فی الارض[50] کے تحت انسانی و عمرانی تعمیر و ترقی اور سماجی حقوق کے تحفظ میں اہم ذمہ داری پر فائز ہے۔ اس مقام کے پیشِ نظر انسانیت کا ہر ایک فرد ذمہ دار ہے، نہایت محترم اور اس قدر اہمیت کا حامل بھی ہے کہ اسے کسی قیمت پر ضائع نہیں کیا جاسکتا:﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ﴾[51]

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر (تورات میں) یہ بات لکھ دی تھی کہ جس کسی نے کسی انسان کو قتل کیا، بغیر کسی قتل کے قصاص کے یا بغیر
زمین میں فساد پھیلانے (کے جرم کی سزا) کے گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

سیرتِ طیبہ میں انسان کے سماجی اور انسانی حقوق؛ جان، مال، عزت اور ناموس کی حرمت اور تقدس کو شہر مکہ، بیت اللہ، اور عرفات کے مقدس دن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ آخری حج کے موقعہ پر دیے گئے خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا»[52]

تمہارے خون، مال اور آبروئیں ایک دوسرے پر اسی طرح محترم ہیں جس طرح تمہارے ہاں اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔

سیرتِ طیبہ میں سماجی حقوق کے حوالے سے بہت حساسیت پائی جاتی ہے۔ اس کے مطابق ہر سطح کی ریاستی قیادت کے لیے لازم ہے کہ سماجی حقوق کی ادائیگی اور حفاظت کو اپنی ذمہ داریوں میں سر فہرست رکھیں، ورنہ جنت سے محروم کر دیا جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا:« مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهِ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ »[53]

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو رعایا کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہداشت نہیں کرتا، تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔

سیرتِ نبوی کی رو سے رعایا کی خیر خواہی کا اس سے اعلیٰ اور بہتر اہتمام کیا ہو سکتا ہے؟ کہ وہ رسول ﷺ جو دین اسلام لائے ہیں، اپنے ماننے والوں کے ساتھ مشقت کے ایک جیسے حالات میں ساتھ رہیں، بلکہ ان سے کم تر وسائلِ زندگی پر گزارا کیا، لیکن
رعایا کے حقوق، اور سہولیات کا تحفظ کرتے ہوئے خود دن رات بے آرام و بے سکون رہیں[54]۔

مثلاً غزوہ خندق کا موقعہ ہے، رسول اللہ ﷺ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سخت بھوک کے مشقت اٹھاتے ہوئے خندق میں سخت چٹان کو توڑنے اور مٹی اٹھانے میں بنفسِ نفیس شریک ہیں[55]۔ اگر کہیں سفر کا معاملہ درپیش ہوتا، تو خدمت

گزاری میں اپنے حصے کا کام[56] نبھاتے اور اجتماعی و سماجی امور کا احساس لیے ہوئے شریک کار رہتے۔ سیرت کے یہ تمام پہلو سماجی حقوق کی عملی تعلیم و تربیت اور «سَيِّدُ الْقَوْمِ فِي السَّفَرِ خَادِمُهُمْ »[57] کے عملی تفسیر اور تصاویر ہیں۔

سماجی اور اجتماعی امور میں سیرت کا عملی پہلو نہایت روشن باب ہے۔ معاشرہ کے افراد میں سماجی حقوق کے احساس کو بیدار کرنا اور انہی تعلیمات پر ان کی زندگیوں کو استوار کرنا، تاریخی کا نایاب رنامہ ہے، جس سے دنیا نا اشنا تھی۔ مدنی معاشرے کا ہر فرد سماجی و اجتماعی امور کے انجام دہی میں اس قدر حساس تھا کہ باپ بیٹا، مرد و عورت، اور بچہ جوان سب ریاستی حفاظت کی ذمہ داری میں برابر شریک تھے۔ صرف مردانِ کار ہی نہیں، بچوں اور عورتوں میں یہی شعور موجزن تھا، یہی جہ ہے کہ غزوہ بدر میں دو کم سن بچوں[58] نے ابو جہل کو قتل کیا تھا۔ معاملہ یہی پر رکا نہیں، آپ ﷺ کے تربیت یافتہ خلفاء کا یہی معمول رہا۔ اپنے سماجی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر رعایا کے خیر گیری کے لیے دن کے ساتھ راتوں کو بھی گشت کیا کرتے تھے، مبادہ کسی محتاج اور محروم کے حقوق کی حفاظت اور نگہداشت میں کوتاہی کی پاداش میں انہیں کل قیامت کے دن گرفتار نہ کرلیا جائے[59]۔

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قیادت کا طرزِ عمل خادمِ قوم اور ایک سماجی کارکن جیسا ہو۔ ان

کے سلوک اور رویوں میں یہی احساس ہو، تو مستقبل کی جنریشن میں سماجی تعلیم و تربیت کا یہی طرز عمل ڈھلتا اور پروان چڑھتا نظر آئے گا، جو ایک حساس سوسائٹی کے تعمیر کا بہترین عملی طریقہ اور ایک مسلمان کے لیے ایک عظیم صدقہ جاریہ ثابت ہو سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا »[60]

سماجی آداب اور اخلاق آج معاشرے سے رخصت ہوتا ہوا نظر آرہے ہیں۔ لہذا مثبت سماجی رویوں کی احساس پیدا کرنا، اس کو رواج دینا، بہت بڑی معاشرتی اور سماجی خدمت ہے۔ آج کی قیادت سماجی حقوق کے تحفظ اور تعلیم کو رواج دے کر اپنے فرائضِ منصبی سے بخوبی سبک دوش ہو سکتی ہے۔ تمام افراد کا شہر، محلہ، گاوں، بستی اور ملک کے تعمیر و ترقی میں شریک ہونا، نظم و ضبط اور صفائی کا احساس اور خیال رکھنا، سب کی اجتماعی سماجی اور معاشرتی ذمہ داری ہے۔ اس حوالے سے سیرتِ نبوی کا پیغام بہت حساس ہے:

« إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَبِيَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيلَةٌ، فَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يَقُومَ حَتَّى يَغْرِسَهَا فَلْيَفْعَلْ» [61]

اگر قیامت قائم ہونے لگے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو، اور قیامت برپا ہونے سے پہلے اسے لگا سکتا ہے تو لگادے۔

یہ حدیث اگر کسی بات کی اہمیت واضح کرتی ہے، تو وہ ایک فرد کا اجتماعی سماجی بہبود کے لیے جدو جہد ہے، جو ہر قیمت پر مطلوب ہے، ورنہ قیامت کے برپا ہونے پر درخت لگانے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ انسان کو دنیا میں ایک

ایسے عمل پر ابھارا جائے، جو دوسروں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے[62] اور یہی احساس انسان کی انسانیت پر دلالت کرتی ہے۔

اخلاقیات کا سماجی پہلو اور سیرتِ طیبہ میں اس کی اہمیت

قیادت ہو یا رعایا سب کے لیے سماجی اخلاقیات کی اہمیت مسلم ہے۔ کسی بھی سماجی افتاد اور مشکل سے نبرد آزما ہونے کے لیے کفایت شعاری اور ایثار و قربانی بہترین علاج ہے، تاہم اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے رعایا کی سماجی تعلیم اور تربیت نہایت اہم امر ہے۔ سب سے پہلے قیادت کے لیے انہی اخلاقیات پر عمل پیرا ہونا، سیرت کا پیغام اور لبِ لباب ہے، جو سماج کے لیے تعلیم بھی ہے اور تربیت بھی۔ رسول اللہ ﷺ کو خمس[63] (غنیمت کا پانچواں حصہ) بفرمانِ الٰہی ملتا تھا، جو آپ ﷺ سماج کے ضرورت مندوں پر خرچ فرماتے۔ اکثر اوقات رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کچھ ہوتا نہیں تھا اور کئی کئی دن تک گھر میں چولھا جلتا نہیں تھا[64]۔ اس عملی تعلیم و تربیت کا فائدہ اور اثر تھا کہ اگر کہیں کوئی ناگہانی مصیبت پڑ جائے، یا کوئی مہمان اچانک آجاتا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مہمانداری[65] کا حق ادا کرنے کے لیے کہا جاتا، تو آرام سے اس مشکل کا حل نکل آتا، باری تعالیٰ کے فرمان ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾[66] کے پسِ منظر سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

ایک دن آپ ﷺ مسجد نبوی میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے، ایک دیہاتی داخل ہوا اور سواری کو چھوڑ کر مسجد کے صحن میں پیشاب کرنے لگتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سرزنش کرنے کے لیے اٹھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا اسے پیشاب کرنے سے مت روکو اور بعد میں دیہاتی کو بہت خوبصورت طریقے سے تعلیم فرمائی:

« إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ »[67]

رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: ”یہ مساجد اس طرح پیشاب یا کسی اور گندگی کے لیے نہیں ہیں، یہ تو بس اللہ تعالیٰ کے ذکر نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں“۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر آپ نے لوگوں میں سے ایک کو حکم دیا، وہ پانی کا ڈول لایا اور پیشاب پر بہا دیا۔

شارحینِ حدیث کے مطابق زبردستی روکنے سے دیہاتی کے ساتھ کسی اور کا جانی نقصان ہو سکتا تھا، مسجد مزید ناپاک ہو سکتی تھی، اور پیشاب روکنے سے دیہاتی کو گردے کا مرض لاحق ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس حکیمانہ سماجی تعلیم سے ان متوقع نقصانات کا تدارک ممکن ہوا۔

اس حدیث سے سماجی تعلیم کی اہمیت اور نبوی تعلیم کا حکیمانہ طریقہ معلوم ہوا کہ فلسفے کے طویل لکچرز کے مقابلے میں حکمت پر مبنی معمولی عملی کام سماج کی تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے، جو انسانوں کی اہم ضرورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس طرزِ عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سماجی حقوق، آداب، دوسروں کے دکھ درد میں ہاتھ بٹانا سیکھا اور سماجی اخلاقیات اور طرزِ عمل کو زندگی کا حصہ بنالیا۔ یوں پورا مدنی معاشرہ قومی خطرات اور آزمائشوں میں ساتھ کھڑا نظر آتا ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کے سماجی اخلاقیات کو بہتر کرنے کے لیے اسی طرزِ عمل کو اپنانا ناگزیر ہو گیا ہے۔

دس سالہ مدنی دور کے سیرتی مطالعہ بتاتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر اور استواری کے لیے آپ ﷺ کو ۸۲ یا ۸۴ غزوات و سرایا در پیش رہے ہیں[68]۔ اتنی بڑی تعداد میں سالانہ (۸ء۲ یا ۸ء۴) یہ جنگیں آج کے کسی بھی ترقیافتہ ملک کے لیے نا قابلِ برداشت ہیں، لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مدینے کی چھوٹی سی بستی پر یہ جنگیں مسلط رہی ہیں، تاہم رسول ﷺ کی سماجی اخلاقیات کی تعلیم و تربیت کی مدد سے ان نا قابل برادشت آزمائشوں کا مقابلہ کیا گیا۔ حالات میں بہتری آئی اور امن و آمان ممکن ہوا۔ اسی طرح انسانی تاریخ نے اخلاق اور اصولوں پر استوار ایک بہترین معاشرہ دیکھا، جس کی تعلیمات اور اصولوں سے دنیا کے ترقیافتہ ممالک نے آج اپنے قوانین اور دستوروں کے اصول اخذ کیے ہیں۔

اخلاقیات کی سماجی اہمیت اور سیرتِ طیبہ

اخلاق کی سماجی اہمیت سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے بغیر معاشرے تعمیر ہوسکتے ہیں، نہ استوار۔ جدید دنیا کی سوسائٹیوں کی تعمیر و ترقی میں مدنی سوسائٹی کی سماجی اخلاقیات اور قانون شامل ہیں۔ ایک جنگ میں صحابہ کرام زخمی ہوئے اور شدید پیاس لاحق ہوئی۔ پانی طلب کیا گیا، ایک زخمی کو پیش کیا گیا، لیکن ایک ساتھی نے تقاضا کیا، تو پہلے زخمی نے اس کو پانی دینے کا اشارہ کیا۔ دوسرے کو پانی پیش کیا گیا، لیکن تیسرے کی طرف سے پانی پکارنے کی آواز آئی، اسے دینے کا اشارہ ملا، یوں اصحابِ رسول ﷺ دنیا سے پیاسے چلے گئے [69]، تاہم ایثار و قربانی کی تاریخ رقم کرتے ہوئے انسانوں کو سماجی تعلیم و تربیت سے نوازا۔

رسول اللہ ﷺ نے سماجی حقوق کے تحفظ اور سماجی اخلاقیات کی تعلیم و تربیت کا جو تاریخی کارنامہ سرانجام فرمایا تھا، اس کا اثر تھا کہ صحابہ کرام کے اندر ان حقوق کی حفاظت اور ادائیگی کا جزبہ کھوٹ کھوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان سماجی اخلاقیات پر کاربند رہنا وہ اپنے دین اور عقیدے کا لازمی جزء سمجھتے تھے۔ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز جماعت سے ادا کر کے سلام پھیرنے کے ساتھ جلدی گھر جایا کرتا تھا۔ کسی نے اتنی جلدی کی وجہ پوچھ لی، تو فریاما کہ میرے یہودی ہمسایہ کے کھجور کا درخت میرے گھر کی طرف جھکا ہوا ہے، جس کے دانے میرے گھر میں گرتے ہیں، مبادہ میرے بچے اسے اٹھالیں، اس

لیے گھر جلدی پلٹنے کی کوشش کرتا ہوں[70]۔ اسی طرح سیرت کے تعلیمات اور مزید واقعات سے سماجی حقوق اور اخلاقیات کی حساسیت کا پہلو ہمیں واضح نظر آتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو جنت میں محض اس لیے مزے لیتے ہوئے دیکھا تھا کہ اس نے ایک درخت کا شاخ اس لیے کاٹا تھا کہ وہ کسی کے تکلیف کا باعث نہ بنے[71]۔

اسلامی ریاست مدینہ کی تعلیم محض نظامِ صلوۃ اور دیگر عبادات کے اہتمام تک محدود نہیں تھا، بلکہ یہ ایک جامع نظامِ تعلیم تھا، جس میں عبادات اور امور سلطنت سے لے کر رعایا پروری کے تمام امور؛ جان ومال، عزت وناموس، عقیدہ ومذہب کی آزادی، تجارت اور نقل وحمل کی آزادی، معاشرت، خوراک وسکونت وغیرہ کے تعلیمات شامل تھے، جس میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کوروا نہیں رکھا جاتا تھا۔ کسی ذمی شہری کو بھی تحفظِ حقوق میں کوئی خوف نہیں تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمار کھا تھا کہ اگر کسی نے کسی ذمی کا حق مارا یا اس پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالا، تو میں روز قیامت اس مظلوم کی طرف سے مستغیث ہوں گا[72]۔

نبوی تعلیمات اور تربیت کے اثرات تھے کہ ریاست میں سماجی اخلاقیات اور حقوق کی حفاظت کا احساس رعایا میں اس قدر عام تھا کہ خلیفہ دوم ایک روز راستہ سے گزر رہے تھے، تو ایک بزرگ کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، تو پوچھا کون ہو تم اور کیوں سوال کر رہے ہو؟ میں یہودی ہوں، جزیہ کی ادائیگی اور کبر سنی کی وجہ سے سوال کرنے پر مجبور ہوں (اس نے کہا)۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر لایا، کچھ مال عنایت فرلا کر بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور فرمایا:

(انظر هذا وضرباءه ، فوالله ما أنصفناه أن أكلنا شبيبته ثُمَّ نخذله عند الهرم) [73]۔

ان جیسے لوگوں کو دیکھ لو، واللہ ہم نے ان سے انصاف نہیں کیا، ہم نے ان کے جوانی کا ثمر کھایا، لیکن پیرانا سالی میں کیسے ذلیل کر سکتے ہیں۔ پھر ان جیسے لوگوں کا نا صرف جزیہ معاف کیا، بلکہ ان کا روزینہ بھی مقرر کیا۔

ایسے میں اگر کہیں کسی صحابی کا کسی درخت کے سایہ میں کیل ٹھونکنے، دوسرے کا اس کو نکالنے اور تیسرے کا اس درخت کے شاخ کو کاٹنے کی روایات ملتی ہوں، تو کوئی بعد از قیاس بات نہیں ہے۔ یہ اعمال اس معاشرے کے انسانی سماجی اخلاقیات کے حساسیت کے موافق ہیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے ان کی تربیت ایسی فرمائی تھی۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ دفاعِ ریاست کی ذمہ داری اگرچہ عورت پر نہیں ڈالی گئی ہے، تاہم ان سماجی اخلاقیات کے تقاضوں نے ام عمارہ (احد، خیبر، حنین، یمامہ) ام سلیم (احد، حنین) حضرت صفیہ (خندق) ربیع بنت معوذ، ام عطیہ (احد) اور اسماء بنت یزید (یرموک) جیسی خواتینِ اسلام کو میدانِ کارزار میں لا کھڑا کیا تھا[74]۔

اسی احساس و اہمیت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیت المال کے اونٹوں کے پیچھے سخت گرمی کے دن بھاگتے ہوئے پسینہ پسینہ ہونے پر مجبور کیا تھا، اَحنف بن قیس سے کہا ان اونٹوں کے پکڑنے میں میری مدد کرو، کہ ان میں یتیموں، مسکینوں اور بیواوں کا حق ہے، کسی نے کہا، اس کام کے لیے کسی غلام کو بھیج دیتے، تو فرمایا:

(وأي عبد هو أعبد مني، ومن الأحنف؟ إنه من ولي أمر المسلمين يجب عليه لهم ما يجب على العبد لسيده في النصيحة، وأداء الأمانة)[75]

میرے اور احنف سے کون زیادہ غلام ہو سکتا ہے؟ بات یہ ہے کہ جس نے بھی مسلمانوں کے امارت کو قبول کر لیا، اس پر ان کی خیر خواہی اور ادائے امانت ایسے ہی واجب ہے، جس طرح غلام پر اپنے آقا کی خیر خواہی اور ادائے امانت لازم ہے۔

لہذا واضح ہو تا ہے کہ جس طرح بقائے سماجی کے لیے افراد کا وجود لازم ہے اسی طرح ان کی باہمی یگانگت کے لیے ان کے جان، مال، عزت اور آبرو کا تحفظ اہم ہے، جو باہمی معاشرتی و سماجی روابط کے استحکام اور اعتماد بر قرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح انسانوں کے باہمی حاجات کی تکمیل کا راستہ بھی نکل آتا ہے۔ سیرتِ طیبہ میں اس کی غیر معمولی اہمیت پر کئی ارشادات ملتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں آپ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ کہے گا، اے ابن آدم میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہیں کھلایا، میں نے تجھ سے پینے کو کچھ مانگا تو نے مجھے نہیں پلایا، وہ کہے گا: رب العالمین کو بیمار پرسی، کھانا کھلانے، پانی پلانے کی ضرورت کیسی ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو یہ نہیں جانتا کہ میر افلاں بندہ بیمار تھا، نادار تھا، کھانا، پانی کا محتاج تھا، تو اس کی بیمار پرسی کرتا اور کھلاتے پلاتے، تو اس کا اجر مجھ سے پاتا[76]۔ {اختصار حدیث}

انہی بنیادی سماجی اخلاقِ حسنہ کی تعلیم اور تکمیل کے لیے آپ ﷺ کو مبعوث ہی نہیں کیا گیا تھا[77]، بلکہ خود آپ ﷺ کو عظیم اخلاق سے نوازا بھی گیا تھا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [78]

ان سماجی اخلاقِ کریمانہ کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ محرم طبقات؛ مساکین، فقیراء، محتاجوں اور بیواوں کے مسائل کو محض ان کا مسئلہ نہ رہنے دیں، بلکہ ہر فرد کا مسئلہ بنادیں، جس کے حل کے لیے ہر فرد دوڑ دھوپ کرنا اپنی مذہبی ذمہ داری سمجھے، جو کسی صورت نماز وصیام اور جہاد سے کم درجے کا عمل نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ »[79]

بیوہ عورتوں اور مسکینوں کے لیے محنت و کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور اس شخص کے مانند ہے جو رات بھر قیام کرتا اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔

مسلمانوں کے ایک دوسرے کی مدد کرنے میں تو اجر ہے ہی، مگر ان سماجی تقاضوں کی تکمیل کے دوران اگر کسی کی طرف سے کوئی تکلیف بھی پہنچیں تو اس کے برداشت کرنے میں بھی بہت بڑا اجر ہے(80)۔

ریاست میں بہت سی مادی اور روحانی بیماریوں سے بچ جانے کا علاج کفایت شعاری، خود انحصاری جیسے سماجی مضبوط اخلاق پر کاربند رہنے میں مضمر ہے۔ خاص کر جب زمامِ کار اور اقتدار کے اختیارات ہاتھ میں ہوں تو گمراہی کے بہت سارے اسباب و عوامل سامنے آسکتے ہیں، جن سے بجز ان مضبوط اخلاق کے کوئی بچ نہیں سکتا، کیونکہ انسانی ضرورتیں بے شمار ہوتی ہیں اور بہک جانے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس صورت حال میں اجتماعی اور ریاستی تقاضوں کو مقدم رکھتے ہوئے انفرادی اغراض و مقاصد کو موخر کرلینا ایک صاحبِ احساس و کردار شخص کا کام ہے۔ خراب اور نازک حالات میں محاسبہ، معاملات پر نظر ثانی ضروری امور ہیں۔

سیرتِ پاک میں محاسبہ کی بنیاد ہی افراد کی سماجی اخلاق کی بہتری، ان کی ہمدردی اور خیر خواہی ہے اور ہمارے مذہب کالب

لباب انسانیت کی خیر خواہی سے عبارت ہے(81)، جس میں عقیدہ و مذہب اور ذمہ دارانِ حکومت سے وفاداری اور ان تک رعایا کے مشکلات اور ضروریات کے احوال پہچانا، خیر خواہی سے تعبیر کیا گیا ہے، تاکہ ریاست میں مناسب انتظامات کو ممکن بنایا جاسکے۔ اسی طرح عام لوگوں کے لیے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات اور ریاستی ہدایات پر عمل پیرا ہوں، یوں حکمران کو رعایا کے حکم عدولی اور عصیان اور نہ رعایا کو حکمران کے ظلم اور زیادتی کا خوف لاحق ہوگا۔ اس طرح افراد کو ہم آہنگی کے نتیجہ میں پر امن و پر سکون ماحول میسر رہے گا اور معاشرہ ایک ربانی کنبے کا عملی تصویر پیش کرے گا(82)۔

اس کنبے کو انفرادی محاسبے کی طرح اجتماعی محاسبہ کی بھی ضرورت اس لیے ہوتی ہے، کہ تنظیمی اور ریاستی فیصلوں پر پوری تنظیم اور ریاست کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی کاموں میں ہر وقت بہتری کی گنجائش ہوتی ہے، اس لیے نئے تجربات اور جدید علوم و معارف سے فائدہ اٹھانا، ریاستی فیصلوں اور دیگر امور پر نظر ثانی کے نتیجہ میں کام اور اس کے رفتار میں بہتری لائی جاسکتی ہے اور غلطیوں کی اصلاح آسان اور ضروری ہو جاتا ہے، کیوں کہ ان فیصلوں میں معمولی غلطی دنیا میں تنظیم اور ریاست کی ناکامی اور آخرت میں ذمہ داروں کے لیے بڑے خسارے اور باز پرس کا سبب بن سکتا ہے، جس سے حکمران کو خائف رہنا چاہئیے(83)۔

بروقت فیصلوں، ان پر نظر ثانی، قانون کی حکمرانی اور سماجی اخلاقیات کے احساسات نے خلفائے راشدین کو ریاست چلانے اور مثالی اصولِ حکمرانی قائم کرنے میں کامیاب بنایا، جو رہتی دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

نتائج بحث

- رعایا کو ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا ریاست کا اگرچہ اہم مسئلہ ہے، تاہم عدل وانصاف کی فراہم اور سماجی حقوق کا قانونی تحفظ اس سے بھی بڑھ کر اہمیت کا حامل ہے۔
- سماجی حقوق کے تحفظ کے لیے سماجی اخلاقیات کا احساس انسانی ارتباط اور اختلاط کا اہم سبب ہے۔اس کے نتیجہ میں انسانوں کے دکھ درد میں شریک ہونے کا موقعہ ملتا ہے، جو خدا اور رسول پر ایمان اور دین و فطرت کے تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اجر وثواب کا بھی اہم ذریعہ ہے۔
- سماجی اخلاقیات کی تعلیم، حساسیت اوراس کے تقاضے حکمران اور رعایا کو اجتماعی سماجی ماحول بنانے اور حفاظت کے لیے ایک مقصد کے تحت جمع ہونے کے بہترین مواقع فراہم کرتے ہیں۔
- آج معاشرتی وسماجی بگاڑ، محرومیوں اور برائیوں میں اضافہ اور لاء اینڈ آرڈر کی کمزوری کے قوی اسباب افراد میں سماجی اخلاقیات اور اس کے احساس کا فقدان نظر آتا ہے۔
- سیرتِ نبوی کی رو سے سماجی اخلاق اس قدر اہم ہیں کہ اسے عقیدے کا حصہ بنا کر آخرت میں کامیابی سے جوڑ دیا ہے۔

سفارشات

- سماجی حقوق کے تحفظ کے لیے عدل وانصاف کی فراہمی کے ساتھ قانون کے نفاذ پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔
- سماجی حقوق کی حفاظت کا بہترین ذریعہ سماجی اخلاقیات کی تعلیم وتربیت کا اہتمام ہے، جس سے یہ تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔
- سماجی حقوق کی حفاظت اور معاشرتی و سماجی بگاڑ؛ محرومیوں، برائیوں کی روک تھام اور لاء اینڈ آرڈر میں بہتری کے لیے افراد میں سماجی اخلاقیات کی اہمیت اوراحساس پیدا کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

---

1) <u>یہ عالمی اہداف</u>: ۱۔غربت، ۲۔بھوک کا خاتمہ، ۳۔ اچھی صحت اور فلاح، ۴۔معیاری تعلیم، ۵۔جینڈر مساوات، ۶۔پانی اور صفائی، ۷۔سستی اور
صاف توانائی، ۸۔مناسب روزگار اور معاشی ترقی، ۹۔صنعتی جدت اور بنیادی ڈھانچہ، ۱۰۔ظلم کی روک تھا، ۱۱۔پائیدار شہر اور کمیونٹیز، ۱۲۔ذمہ دارانہ پیداوار اور کھپت، ۱۳۔ماحولیاتی تبدیلی کا مقابلہ، ۱۴۔سمندری وسائل کا تحفظ، ۱۵۔زمینی تحفظ حیات، ۱۶۔امن، انصاف اور مضبوط ادارے، ۱۷۔ان مقاصد کے حصول کے لیے باہمی تعاون ہیں۔

2) آن لائن قومی انگریزی اُردو لغت، ادارۂ فروغ قومی زبان اسلام آباد۔ پاکستان۔ مزید دیکھئے:

Online Qauomi Angrezi Urdu Loghat, Idaara Frogh e Qaumi Zabaan, Islamabad-Pakistan. See also: Rekhta Dictionary: https://www.rekhtadictionary.com/content/assets/img/Desktop/rdic-banner-desktop-en.jpg

3) ا۔ سماجی حقوق کے تحفظ کا قانونی پہلو، ۲۔ سماجی تحفظ کے ذمہ داریوں کے احساس وادراک کا پہلو، ۳۔ سماجی اخلاق کی اہمیت کا پہلو

4) الحدید:۲۵

Al Hadid :25

5) النحل:۹۰

Al Nahl, :90

6) ﴿وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ﴾ (النحل:۹)

Al Nahl :90

7) المائدہ:۸

Al Ma'idah :8

8) « إِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ» (صحيح مسلم ، بَابُ قَطْعِ السَّارِقِ الشَّرِيفِ وَغَيْرِهِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ،حديث:۸)

sahyh muslim , bab qate alssariq alshsharif waghayrihi, walnnahy ean alshshafaeat fi alhududi,hdyth:8)

Sahih Muslim, Bab Qate al Ssariq al shareef waGhayrihi Walnnahy ean Neshafaa fi al Hodood, Hadith number: 8

9) « وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا» (بخاری ،حدیث: ۳۴۷۵)

Wa Aemollah e Lao Anna Fatima Bint e Mohammad Saraqat Laqatato Yadaha(Bughari:3475

10) قاتل کا قتل، قتل وخون ریزی کی روک تھام ہے (الحنبلی، عمر بن علی بن عادل الدمشقی، تفسیر اللباب، ۲/۳۱۴، مصدر الکتاب: موقع التفاسیر{http://www.altafsir.com})

Al Hambali, Umar bn e Ali bn e Adil Al Dimashqi, Tafseer al lubab,2/314, (http ://www.altafsir.com)

11) البقرة:۱۷۹

Al Baqarah:179

12) دیکھئے:القماش ، عبد الرحمن بن محمد، خطيب بدولة الإمارات العربية ،جامع لطائف التفسير،۳/۳۰۵

Al Qamash,Abdurrehman bn e Mohammad, Khateeb Daolat Al amarat al Arabiah, Jami Lataif Al tafseer, 3/305.

(13 وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ(المائدة: ۴۵)

Al Ma'idah:45

(14 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ(المائدة:8)

Al Ma'idah:8

(15 دیکھئے:المظهري، محمد ثناء الله،التفسير المظهري ،تحقيق: غلام نبي التونسي ،مكتبة الرشدية الباكستان،۳/۸۵۔

Al Mazhari, Mohammad Sanaullah, al tafseer al mazhari, tahqeeq: Ghulab Nabi al tonasi, Maktabah al Rashidiyah Pakistan, 3/85.

(16 دیکھئے:أبو حيان، محمد بن يوسف الأندلسي، التفسير،تحقيق: صدقي محمد جميل ، دار الفكر، بيروت ۱۴۲۰ھ،۴/۱۹۶۔

Abo Hayan, Mohammad bn e Yousaf, al Andalus, Al Tafseer, Tahqeeq: Sidqi Mohammad Jameel, Dar al Fikr, Bairut, 1420H, 4/196.

(17 النساء:۱۰۵،

Al Nisa:105.

(18 المائدة:۸

Al Ma'idah:8

(19 دیکھئے:المائدۃ:آیت:۸

See Al Ma'idah:8

(20 مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۲۰۰۶، ۳/۶۹۔

Mofti Mohammad Shafi, Maarif al Quran, Idara al Maarif, Karachi, 2006, 3/96.

(21 ﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (سورة ص:۲۶)

Sorat e Sawad:26

(22 مودودیؒ، سید ابو الاعلی، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۱۱، /۶۲۔

Maodoodi, Syed A bo al aala, Islami Nizam e Zindagi aor es ke Bunyadi Tasaworat, Islamic Publication Limited, Lahire, 2011,page:62

(23 حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھرے مجلس میں پوچھا گیا کہ ہم سب میں برابر تقسیم شدہ کپڑا سے آپ کا لباس کیسے بن سکتا ہے، جب کہ آپ کا قد ہم سے بڑا ہے۔(ابن قيم الجوزية، إعلام الموقعين، دار الكتب العلمية – بيروت ،۱۹۹۱م،۲\۱۲۳)

Ibn al Qayem Al Jaoziah, Ilam al Mowaqeen, Dar al kutob al Ilmiyah, Bairut 1991,2/123.

24) سعید بن عامر کے بعض طرزِ عمل سے اہل شام کو شکایت تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے بلا کر ان کے شکوک کا ازالہ کیا۔(ابن الأثیر، علي بن أبي الكرم محمد ، أسد الغابة، دار الفكر بيروت ،١٩٨٩م،٢\٢٤٢۔ابن منظور، محمد بن مکرم، مختصر تاریخ دمشق ابن عساکر، دار الفكر دمشق ،سوریا،١٩٨٤م،٩/٣٢٣)

Ibn al Athir, Ali bn e Abi al karam, Mohammad, Osud al Ghabah, Dar al Fkr,1989, 2/242.

25) الحشر:٧

Al Hashr:7

26) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (الاحزاب:٣٦)

Al Ahzab:36

27) النساء:٥٩

Al Nisa:59

28) أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ (مسلم،بَاب فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ وَعُقُوبَةِ الْجَائِرِ،حديث نمبر: ٣٤٠٨)

Muslim, Bab Fazeelat al Imam al Aadil wo Oqubat al Jair, Hadith:3408.

29) لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ ...عَلَى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ... عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ... عَلَى رَقَبَتِهِ نَفْسٌ... عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ... عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ(مسلم،بَاب غِلَظِ تَحْرِيمِ الْغُلُولِ، حديث: ٣٤١٢)

Muslim, Bab Ghilz e Tahreem al Ghulool, Hadth:3412.

30) صلابي، علی بن محمد، سیرت النبی،{مترجم: محمد یونس بٹ وغیرہ} مکتبہ دار السلام،١٤٣٣ھ،ج:١،ص ٤١٠۔

Sallabi, Ali bn e Mohammad, Sirat al Nabi, Motarjam:Moammad Younas Batt & others, Maktabah Dar al Ssalam, 1433H, Vol:1, page:410.

31) مسلم، بَاب تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ ،حديث نمبر: ٤٦٨٥۔

Muslim, Bab,Tarahum al Mominen wo Taatofihim wo Taazudhim, Hadith:4685.

32) الأزهري ، محمد بن أحمد، تهذيب اللغة، دار إحياء التراث العربي بيروت،٢٠٠١م،ص:١/٦٦۔

Azhari, Mohammad bn e Ahmad, Tahzeeb al Lugha, Dar ihya al Torath al Arabi,Bairut,2001,1/66.

33) ﴿لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ﴾ نفس حية مميزة عبر عنها بالقلب (سلطان العلماء ،أبو محمد عز الدين ، تفسير القرآن (اختصار تفسير ماوردي، دار ابن حزم بيروت،١٩٩٦م،ص:٥٢٠)،سورہ الشعراء:٨٩۔

Sultan al Ulama, Abo Mohammad, Izzudin, Tafseer al Quran,(Ightisar Tafseer Mawordi, Dar ibn e Hazm, Bairut, 1996, page:520, Surah al Suaarah:89.

34) البقرة:٢٦٩۔

Al Baqara:269.

35) ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ ﴾إذ بها انتظام أمر الدارين (القاسمی، محمد جمال الدين ، محاسن التأويل ، ٢/٢٠٩)

Al Qasimi, Mohammad Jamal al Din, Mahasin al Taweel, 2/209.

36) آل عمران:١٩١۔

Ali'Imran:191.

37) دیکھئے:،البلیاوی،مصباح اللغات،ص:۵۶۸

Al Balyavi, Misbah al Lughat, page:568.

38) ﴿ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾(آل عمران:۱۹۰)

Ali'Imran:190.

39) دیکھئے:،البلیاوی،مصباح اللغات،ص:۷۶۲،۷۶۳

Al Balyavi, Misbah al Lughat, page:762, 763.

40) الجاثية:۲۳

Al Jathiyah:23.

41) ﴿ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا ﴾ (الانفال:۲)

Al Anfal:2

42) أبو السعود ، محمد بن محمد ،تفسير إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم ، دار إحياء التراث العربى ،بيروت،۱۱۳/۴۔

Abo al Ssawood, Mohammad bn e Mohammad,Tafseer Irshad al Aql al Saleem ela Mazaya al Kitab al Kareem, Dar Ihya al Torath al Alrabi, Bairut, 4/113.

43) ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ﴾ الحج:۴۶

Al Hajj:46.

44) ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾(االانفال:۲۲)

Al Anfal:22.

45) ابن العربى ، محمد بن عبد الله ،المسالك في شرح موطأ ، الغرب الإسلامى بيروت ،۲۰۰۷م،۲۲۸/۳

Ibn al Arabi, Mohammad, bn e Abdullah,, Al masalik fi shaeh Moatta, Al Gharb al Islami, Bairut,2007, 3/228.

46) ﴿ وَمَنْ كَانَ فِى هٰذِه اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾(الاسراء:۷۲)۔

Al Isra:72.

47) علوان ، نعمة الله بن محمود ،الفواتح الإلهية والمفاتح الغيبية ، دار ركابي للنشر الغورية، مصر،۱۹۹۹م،ص:۲۸۹۔

Alwan, Nimatullah bn e Moahmood, Al Fawatih al Ilahyiah Wa Mafateeh al Ghaiybiyah, Dar Rikabi, Linnashar al Ghaoriyah, Egrypt, 1999, page:289.

48) پیر، محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن،ضیاء القرآن پبلی کیشنز:لاہور۔ کراچی،۲/ ۶۸۴۔

Pir, Mohammad Karam Shah, Tafseer Ziau al Quran, Ziau al Quran Publication, Lahore, karachi, 2/684.

49) مسلم، بَاب فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ وَعُقُوبَةِ الْجَائِرِ ،**حدیث نمبر:۳۴۰۸۔**
Muslim, Bab Fazeelat al Imam al Aadil wo Oqubat al Jair, Hadith:3408.

50) ﴿ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴾(البقرة:۳۰)

Al Baqarah:30.

51) المائدة:۳۲

Al Ma'idah:32.

52) مسلم، بَاب تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الدِّمَاءِ وَالْأَعْرَاضِ وَالْأَمْوَالِ، حدیث: ۳۱۸۰
Muslim, Bab Taghleez e Tahreem e al Dima wa al Aghraz wa al Amwal, Hadith:3180.

53) بخاری، باب من استرعي رعية فلم ينصح ، حديث: ۶۷۳۱
Bukhari, Bab Man Istaraa Raiyah Falam Yansah, Hadith:6731.

54) ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ (الكهف:۶)
Al Kahf:6.

55) **آپ ﷺ صحابہ کرام سے بڑکر خندق کے موقعہ پر بھوک، افلاس اور آزمائش میں شریک رہے، پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔**(الترمذی ، بَابُ مَا جَاءَ فِي مَعِيشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، حدیث:۲۳۷۱)،(**بخاری**، باب حفر الخندق ،حدیث:۲۶۸۲)
Tirmizi, Bab Ma Jaa Fi Maesht e Ashab al Nabi (SAW), Hadith:2371.

56) **آپ ﷺ کا سفر میں اپنے ذمہ لکڑی جمع کرنے کا کام ہو، یا مسجد نبوی میں پتھر اٹھانے کا، ساتھ شریک کار رہیں۔**(مبارکپوری، صفی الرحمان، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ء، ص ۶۵۱)۔
Mobarukpori, Safiurehman, Maolana, al Raheeq al Makhtoom, al Maktabah al Salafiyah, Lahore , Pakistan,1995, page:651.

57) **قوم کا سردار سفر میں ان کا خادم ہوتا ہے۔** (البیهقی، أحمد بن الحسين، شعب الإيمان، مكتبة الرشد ، الرياض ،۲۰۰۳م، ح:۸۰۵۰)۔
Al Baihiqi, Ahmad bn e al Husain, Shuab al Eman, Maktabah al Rasheed, al Riyadh,2003, Hadith:8050.

58) مُعَاذَ ابْنَ عَفْرَاءَ **اور** مُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ یامعاذ اورمعوِّذ **نے اسے قتل کیا تھا۔**(مبارکپوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، ص۳۰۰)۔ البیهقی ، حدیث:۱۳۱۳۸)،(السهارنفوري، خليل أحمد ، بذل المجهود في حل سنن أبي داود، حقق وعلق عليه: دكتور تقي الدين الندوي ، مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث والدراسات الإسلامية، الهند، **۲۰۰۶**م، حديث:**۲۶۸۰،۹/۳۱۰**)
Mobarukpori, Safiurehman, al Raheeq al Makhtoom, page:300, al Baihiqi, Hadith:13138. Saharanpori, Khalil Ahmad, Bazul al Majhood fi Hal e Sonan Abi Dawood,Markaz e al Shaikh Abi al Hasan al Nadavi, lilbohooth wa al Dorasat al Islamiyah, India, 2006, Hadith:2680. Page:9/310.

(59) حکمران راعی ہے، خلیفہ دوم اس کے عملی تصویر تھے، جو رعایا کی خیر گیری کے لیے راتوں کو گشت کرتے۔ دجلہ کے دور دراز علاقے میں کسی خچر کو ناہموار راہ چلتے ٹھوکر لگنے اور فرات کے کنارے بھیڑ کا بچہ گھم یا ہلاک ہو جانے پر محاسبے کا خوف تھا۔{خَلّال، ابو بکر احمد بن محمد ،السنۃ، تحقیق: د۔ عطیہ الزہرانی، دار الرایۃ، ریاض، طبع اول:۱۹۸۹ء، ۲/۳۱۷}

Khallal, Abo Bakr, Ahmad bn e Mohammad, Al Ssunnah, Tahqeeq:Dr. Atiyah al Zahrani, Dar al Rayah, Riyadh, 1989, 2/317.

(60) مسلم، بَاب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً ،حديث: ٤٨٣٠

Muslim, Bab:Man Sannah Sunnahtan Hasanatan Ao Sayeatan, Hadith:4830.

61 ـ الشيباني، أحمد بن حنبل، مسند أنس ، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة ،٢٠٠١م، حديث:١٢٩٨١

Al shibani,Ahmad bne Hanbal, Musnad Anus, Tahqeeq:Shoab al Arnawoot, Moasasah al Resalah, 2001, Hadith:12981.

62 ـ «خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ » المناوي، زين الدين محمد بن علي، فيض القدير شرح الجامع الصغير، المكتبة التجارية الكبرى مصر، ١٣٥٦ھ، حديث:٥٦٠٠،«وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ» (مسلم، حديث:٤٨٦٧)

Al Manavi, Zain al Din, Mohammad bn e Ali, Faiz al Qadeer Sharh al Jami al Sagheer, Al Maktabah al Tijariah al Kubra, Egepyt,1356H, Hadith:5600. Muslim, Hadith: 4867.

(63) ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾(الانفال:٤١)

Al Anfal:41.

(64) خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ -- مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا (النووي، يحيى بن شرف ، المنهاج شرح صحيح مسلم ،بَاب جَوَازِ اسْتِتْبَاعِهِ غَيْرَهُ إِلَى دَارِ مَنْ يثق برضاه ، دار إحياء التراث العربي بيروت ، ١٣٩٢ھ، ١٣/٢١١)۔

Al Navavi, Yahya bn e Sharf, Al Minhaj Sharh Sahih Muslim, Bab:Jawaz Istitabat e Gharaho Ela Dar Man Yatheqo Beradaho, Dar Ihya al Turath al Arabi, Bairut,1392H, 13/211.

(65) رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ ایک آدمی آیا اور کھانے کا تقاضا کیا، آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے معلوم کیا، مگر کھانے کی کوئی چیز نہیں ملی، تو فرمایا: «من يضيف هذا هذه الليلة يرحمه الله؟» اس مہمانداری کی اللہ تعالی نے خوب فذیرائی فرمائی ہے۔{ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، زاد المسير ، دار الكتاب العربي بيروت ١٤٢٢ھ، ص:٥٤٦۔ بخاری، حدیث:٤٦٠٧، امام مسلم نے اس شخص کا نام ابو طلحہ ذکر کیا ہے، بَاب إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَفَضْلِ إِيثَارِهِ ، حديث:٣٨٣٠}۔

Ibn al Jaozi, Abdur rehman,Bn e Ali, Zad al Maseer, Dar al Kutub al Arabi, Bairut,1422H, page:546. Bukhari, Hadith:4607, Muslim, Hadith:3830.

(66) الحشر : ٩

Al Hashr:9

(67) مسلم ،بَاب وُجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنْ النَّجَاسَاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ،حديث:٤٢٩۔

Muslim, Bab: Wajoob al Ghasl e Wo Ghairho min al Najasat Iza Hasat Fi al Masjid, Hadith:429.

68) دیکھئے: منصور پوری، محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰٦م، حصہ دوم، ص۱۷۵-۱۹۳

Masoorpori, Mohammad Suliman, Rahmat al Llilalameen, Maktabah, Islamiyah, Urdu Bazar,Lahore, 2006, Page:175-193.

69) كما ذكره المزى: أن الحارث بن هشام ، وعكرمة بن أَبي جهل ، وعياش بن أَبي بيعة ارتثوا يوم اليرموك فدعا الحارث بماء ليشربه فنظر إليه عكرمة ، فقال الحارث: ادفعوه إلى عكرمة ، فنظر إليه عياش بن أَبي ربيعة، فقال عكرمة: ادفعوه إلى عياش ، فما وصل إلى عياش ولا إلى أحد منهم حتى ماتوا ، وما ذاقوه (المزي ، يوسف بن الزكي عبدالرحمن ،تهذيب الكمال، مؤسسة الرسالة بيروت، ۱۹۸۰، ۵/ ۳۰۱، على بن نايف الشحود، من مشاهير الصحابة رضي الله عنهم،۱/ ۱۸۲)

Al Mizzi, Yousaf bn e al Zaki Abdur rehman , Tahzeeb al Kamal, Moasash al Resalah, Bairut, 1980, 5/301. Ali Bn e al Nayef al Shahood, min Mashaheer al Sahabah (RA), 1/182.

70) « عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ : إِنَّ لِفُلاَنٍ نَخْلَةً ، وَأَنَا أُقِيمُ حَائِطِي بِهَا الخ»(مسند أحمد ، حديث:۱۲۵۱۰۔ اس حدیث کے باقی تفصیلات سے مدنی معاشرہ کی سماجی اخلاق کی اہمیت کا پہلو واضح نظر آتا ہے۔)

Musnad Ahmad, Hadith:12510.

71) « لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ» (مسلم ، حديث:۴۷۴۵)۔

Muslim, Hadith:4745.

72) السجستانى ، سليمان بن الأشعث ، السنن ، دار الفكر، تحقيق : محمد محى الدين عبد الحميد،حديث:۳۰۵۲

Al Sajestani, Suliman Bn e Ashath, Al Sunan, Tahqeeq:mMohammad Mohy al Din, Abdul Hameed, Hadith:3052.

73) أبويوسف، يعقوب بن إبراهيم، الخراج ،تحقيق : المطبعةالسلفية ومكتبتها القاهرة ،۱۳۸۲ھ،ص۱/۱۲٦

Abo Yousaf, Yaqoob bn e Ibrahim , Al Kharaj, Tahqeeq:Al Mabaah al Salafiyah wo Matabatoha al Qahirah, 1382, Page:1/126.

74) دیکھئے: سیرت ابن ھشام، ۳/۲۹، طبقات ابن سعد، ۸/۳۰۱، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۴/۲۳۵۔

Seerat Ibn e Hisham, page,3/29. Tabaqat Ibn e Saad, 8/301. Al Esabah Fi Tamyeez al Sahabah, 4/235.

75) الصلابي، علي محمد، الدكتور، فصل الخطاب في سيرة ابن الخطاب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ،ص۱/۱۹۰

Al Salabi, Ali Bn e Mohammad, Dr, Fasul Khitab fi seerat Ibn al Khetab ameer al Momineen Umar bn e Khatab (RA), page, 1/190.

76) صحيح مسلم ، بَاب فَضْلِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ ، حدیث نمبر:۴٦٦۱۔

Sahih Muslim, Bab:Faz e Eyadah al Mareez ,Hadith:4661.

77) « إِنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ صَالِحَ الأَخْلاَقِ » (مسند أحمد ،حدیث نمبر:۸۹۳۹)۔

Musnad Ahmad, Hadith:8939.

78) سورة القلم :۴

Al Qalam: 4.

79) مسلم ، بَاب الْإِحْسَانِ إِلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَالْيَتِيمِ ، **حدیث نمبر:۵۲۹۵۔**

Muslim, Bab:al Ihsan Ela al armalat e wa Masakeen wa al Yateem, Hadith:5295.

80) البيهقي، شعب الإيمان، حديث:**۹۲۷۷**، قال الألباني :صحيح ابن ماجه (ح:**۳۲۵۷**)

Baihaqi, Shuabul al Eman, Hadith:9277.

81) «الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ» (مسلم بَاب بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ، ح:**۸۲**)

Muslim, Hadith:82.

82) «الْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ » (البيهقي، شعب الإيمان ، **حديث: ۷۰۴۵**)

Baihaqi, Hadith:7045.

83) رات کے وقت جنگل میں حضرت عمرؓ کے گشت کا واقعہ مشہور ہے، ایک عورت نے چولہے پر خالی دیگچی رکھ کر نیچے سے آگ جلا رہی تھی ، معلوم ہونے پر آپؓ نے اپنے غلام حضرت اسلمؓ کے ہمراہ بیت المال سے کچھ آٹا، کھجوریں، چربی اور درہم لے کر چولہے میں خود ہی پھونک مارتے رہے، تاوقتیکہ اپنے دستِ مبارک سے بچوں کو کھانا کھلانہ دے۔ عورت نے خوش ہوئی کر دعائیں دی اور کہنے لگی "عمرؓ کی بجائے تم خلیفہ بنائے جانے کے زیادہ قابل ہو، جس کو عام آدمی کی اتنی فکر ہے"۔(أحمد بن حنبل ، فضائل الصحابة ، مؤسسة الرسالة بيروت، تحقيق : د. وصي الله محمد عباس ، **۱۹۸۳م،۱/۲۹۰**)

Ahmad bn e Hambal, Fazael al Sahabah, Hadith, Moasasah al Resalah, Bairut, Tahqeeq: Dr. Wasiullah Mohammad Abbas, 1983, 1/290.